غدارِ پاکستان

ڈاکٹر عبدالسلام کی کھوٹی دشمنی

زاہد ملک

معاصر دنیا کی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں ترقیاتی منصوبوں اور قومی خوشحالی کی رفتار تیز کرنے کے لیے توانائی کے وسائل میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے' اور اس ضمن میں ایٹمی توانائی ہی موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ایٹمی توانائی پر چند بڑے ملکوں کی اجارہ داری ہے اور جوں جوں وقت آگے بڑھ رہا ہے' ایٹمی توانائی کے وسائل پر ان کی گرفت سخت ہوتی جا رہی ہے۔

یہ اگست ۱۹۵۸ء کی بات ہے' اس کے دو ماہ بعد اکتوبر ۱۹۵۸ء میں فوجی انقلاب آ گیا' جس کی باگ ڈور ایوب خان کے ہاتھ میں تھی۔ وہ نئے عزم اور تازہ ولولوں کے ساتھ آئے تھے۔ ان کی کابینہ میں پہلی مرتبہ ایندھن' بجلی اور قدرتی وسائل کی الگ وزارت قائم کی گئی' جس کی ذمہ داریاں نوجوان بھٹو کو تفویض کی گئی تھیں۔ بھٹو مرحوم بھی پرجوش تھے۔ ان کے مطابق اس وقت تک کمیشن کی حیثیت "ایک دفتر کے بورڈ سے زیادہ نہ تھی" تاہم یہ حقیقت ہے کہ کمیشن پاکستانی سائنس دانوں کی ایک معقول تعداد کو بیرون ملک ریڈیو آئی سوٹوپس اور ری ایکٹر ٹیکنالوجی میں خصوصی تربیت دلوانے میں کامیاب رہا تھا۔

ایٹمی کمیشن کو از سر نو منظم کیا گیا اور ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی ۱۹۶۰ء میں اس کے نئے چیئرمین مقرر ہوگئے۔ ان دنوں ڈاکٹر عبدالسلام ایوب خاں کے سائنسی مشیر تھے' ڈاکٹر عثمانی کا نام انہی نے تجویز کیا تھا۔ ڈاکٹر عثمانی ایٹمی طبیعات کے آدمی تھے۔ انہوں نے کمیشن کو پہلی بار ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی۔ بھٹو مرحوم کی انہیں مکمل تائید حاصل تھی۔ پہلے مرحلے میں اندرون ملک تحقیقاتی' ترقیاتی اور تربیتی سہولتوں

کے قیام پر توجہ دی گئی' جس کے نتیجہ میں ایٹمی تحقیقات کا پہلا قومی ادارہ' پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیئر سائنس اور ٹیکنالوجی (Pinstech) کے نام سے قائم کرنے کی طرف پیش رفت ہوئی' جس کے تحت ایٹمی توانائی کے تمام شعبوں کی تجربہ گاہیں ایک ہی مقام پر قائم کرنا مطلوب تھا۔ چنانچہ اسلام آباد کے قریب نیلور میں اس کی تعمیر کا آغاز ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ اس کے لیے عالمی شہرت یافتہ آرکیٹیکٹ ایڈورڈ ڈورل سٹون (Edward Durrel Stone) کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اس قومی ادارے کے لیے تحقیقاتی ری ایکٹر کے لیے معاہدہ ۱۹۶۰ء ہی میں ہوچکا تھا' جو امریکی ساخت کا یہ پانچ میگاواٹ کا "سوئمنگ پول" ری ایکٹر امریکہ نے "ایٹم برائے امن" پروگرام کے تحت مہیا کیا تھا۔ اس ری ایکٹر نے ۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو کام شروع کر دیا۔

یہ وہ دور تھا جب بھارت پاکستان سے اس میدان میں بہت آگے نکل چکا تھا' یعنی ۱۹۵۶ء میں جب پاکستان کے ایٹمی توانائی کمیشن کی بنیاد رکھی جا رہی تھی' بھارت کا پہلا ایٹمی ری ایکٹر سائرس کام شروع کر چکا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکہ بھارت نے اسی ری ایکٹر سے حاصل کردہ مواد سے کیا تھا۔ تاہم پاکستانی سائنس دان اور انجینئر ابتدائی مرحلے میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا گئے۔ پاکستان کے اس پہلے ری ایکٹر کی ڈیزائننگ' تنصیب اور چلانے کا تمام کام پاکستانی سائنس دانوں کی ایک چھوٹی سی ٹیم نے بغیر کسی بیرونی مدد کے انجام دیا اور اس ٹیم میں نمایاں نام ڈاکٹر سعید زاہد کا ہے' جو بعد میں ڈاکٹر عبدالسلام اور منیر احمد کی سازشوں کا شکار ہوگئے اور ایک اطلاع کے مطابق یہ یگانہ روزگار سائنس دان ایٹمی ری ایکٹرز کے بارے میں' جس کی صلاحیتوں کا اعتراف امریکہ کے چوٹی کے سائنس دانوں نے کیا تھا' آج اپنوں کے ہاتھوں ہی اسلام آباد میں بے یار و مددگار ہے۔

بھٹو مرحوم کے بارے میں یہ بات طے ہے کہ "پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کا ان کا جنون اور خواب تو بہت قدیم تھا۔ انہوں نے ۱۹۶۵ء میں جب ایوب کابینہ میں وزیر خارجہ تھے' نہایت جذباتی انداز میں کہا تھا:

> اگر بھارت نے ایٹم بم بنایا تو چاہے ہمیں گھاس اور پتے کھانے پڑیں یا ہم بھوکے رہیں' ہم بھی ایٹم بم بنا کر رہیں گے۔ کیونکہ ہمارے پاس اس کا کوئی متبادل تو ہوگا۔ ایٹم بم کا جواب ایٹم بم ہی ہو سکتا ہے"۔

اس وقت بعض حلقوں بالخصوص بھارت نے اسے ان کی ایک تعلی قرار دیا تھا۔ بالکل اسی طرح کی تعلی یا نعرہ جیسا بھارت سے ایک ہزار سال تک جنگ لڑنے کے لیے

لگایا تھا۔ لیکن ان کی کتاب (Myth Of Independence) سے' جو انہوں نے ۱۹۶۷ء میں مکمل کی تھی اور ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی' کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں چین کے ۱۹۶۴ء کے ایٹمی دھماکہ کے بعد اندازہ ہوگیا تھا یا ان کے ذرائع نے انہیں بھارت کے ایٹمی عزائم سے باخبر کر دیا تھا۔ اس لیے انہوں نے یہ بات یونہی نہیں کہی تھی۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ بھارت بالآخر ایٹمی دھماکہ کرے گا۔ اگر پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام آگے نہ بڑھایا اور اسے اس نہج پر ترتیب نہ دیا تو بھارت اپنی ایٹمی قوت کی آڑ میں نہ صرف پاکستان کو بلیک میل کرے گا' بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی اس کی پیش رفت کی راہ میں حائل ہوگا اور غالباً ان کا یہی احساس تھا کہ جس کے باعث انہوں نے ایوب خان کو بھی ری پروسیسنگ پلانٹ لگانے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ کامیاب نہ ہوسکے تھے مگر جب ۱۹۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ملک کی باگ ڈور پوری طرح ان کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے اپنے اس دیرینہ خواب کی تعبیر پانے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے برسر اقتدار آنے کے صرف ایک ماہ بعد ۲۰ جنوری ۱۹۷۲ء کو پاکستان کے اندرون و بیرون ملک سے چیدہ سائنس دانوں کو ملتان میں جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ پاکستان کو جلد از جلد ایٹمی قوت بنا دینا چاہتے ہیں۔ "دی اسلامک بم" کے مصنفین سٹیوویزمین (Steve Weisman) اور ہربرٹ کروزنی (Herbert Kroseny) نے بھٹو کے پریس سیکرٹری خالد حسن کو نشے میں دھت کر کے اس سے جو کچھ اگلوایا' اس کے مطابق بھٹو اس کانفرنس میں بہت جذباتی ہو رہے تھے اور انہوں نے جب ایٹم بم بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تو ان کے سائنسی مشیر ڈاکٹر عبدالسلام' ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر عشرت عثمانی اور کئی دوسرے سینئر سائنس دانوں نے نہ صرف اس سے اختلاف کیا بلکہ اسے ناممکن قرار دیا۔

واقفان حال کا کہنا ہے کہ ری پروسیسنگ پلانٹ کا آئیڈیا بھٹو مرحوم کے ذہن میں ان کے سائنسی مشیر ڈاکٹر عبدالسلام اور منیر احمد خان نے ڈالا تھا اور ڈاکٹر سلام کے بارے میں یہ بات کھلا راز ہے کہ وہ پاکستان کے ایٹمی قوت بننے کے خلاف ہیں اور ملتان کانفرنس میں بھٹو سے اسی بات پر بگڑ گئے تھے۔ اسے جو "نوبل پرائز" ملا ہے' اس کی حقیقت اس امر سے آشکار ہو جاتی ہے کہ اسے سیاسی مقصد کے لیے یہودیوں نے آئن ٹائن کی صد سالہ برسی پر اس کے لیے منتخب کیا تھا۔ پھر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں' ریور پلانٹ کی ڈیزائننگ میں اہم کردار ادا کرنے والے زاہد سعید کو گوشہ گمنامی میں دھکیلنے

میں سب سے اہم کردار ڈاکٹر سلام نے ادا کیا۔ اسی طرح پاکستان کے ممتاز جیالوجسٹ شیرخاں کو بھی منیر احمد کے ہاتھوں اس لیے رسوا اور ملازمت سے نکلوایا گیا کہ اس نے ایوب خاں کے آخری دور میں' اس وقت کہ جب عشرت عثمانی یہ رپورٹ دے چکے تھے کہ پاکستان میں یورینیم نہیں ہے' گلگت میں یورینیم کی موجودگی ثابت کر دی تھی اور صدر ایوب کی ہدایت پر پاکستان اٹامک کمیشن کے ڈاکٹر غنی نے گلگت جا کر ان کی کوششوں کا جائزہ لینے کے بعد صدر کو جو رپورٹ دی تھی' اس میں شیرخاں کی تائید کر دی تھی۔ بعد میں صدر ایوب نے فرانس کے ماہرین سے بھی تصدیق کرائی اور یہ بات بھی قومی پریس میں آ چکی ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام جب بھی پاکستان آتے ہیں' ایٹمی توانائی کمیشن کے کراچی گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرتے' منیر احمد سے باتیں کرتے اور بھارت کے لیے رخت سفر باندھ لیتے ہیں تاکہ وہاں اپنے آقاؤں کو خوش کر سکے۔

ایٹمی توانائی کمیشن میں ان کے کئی اور نیازمند بھی موجود ہیں۔ ڈاکٹر سلام سے تعلق کے علاوہ منیر احمد نے اردو ڈائجسٹ سے اپنے اسی انٹرویو میں ڈاکٹر کسنجر کی شاگردی اور نیازمندی پر بھی اظہار افتخار کیا ہے۔ اندریں حالات اگر یہ کہا جائے کہ بھٹو کو ری پروسیسنگ پلانٹ کی راہ پر ڈالنے کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو مفلوج کرنے کے لیے "عالمی طاقتوں" کے ہاتھ مضبوط کیے جائیں' تو بے جا نہ ہوگا۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ بھٹو مرحوم کو غچہ دینے میں پوری طرح کامیاب رہے۔

مولانا کوثر نیازی نے لکھا ہے کہ "ری پروسیسنگ پلانٹ کی خریداری کا آئیڈیا مسٹر بھٹو کے ذہن میں ان کے سائنسی امور کے مشیر ڈاکٹر عبدالسلام اور ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین مسٹر منیر احمد خان نے ڈالا تھا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ملتان کانفرنس میں ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کی مخالفت کی تھی اور وہ اس معاملہ میں مسٹر بھٹو کے اضطراب سے اس قدر پریشان ہوئے تھے کہ ناراض ہو کر لندن چلے گئے تھے اور بھٹو کو بقول خالد حسن' اس خوف کے پیش نظر کہ ڈاکٹر عبدالسلام کہیں سارے راز ہی بے نقاب نہ کر دیں' ڈاکٹر عبدالسلام کے ایک قریبی دوست اور عزیز شاگرد کو ان کے پیچھے بھیجنا پڑا تھا کہ وہ انہیں یقین دلائے کہ ملتان کانفرنس محض ایک سیاسی ڈرامہ تھا اور مسٹر بھٹو کو اس معاملے میں پاکستان کے محدود وسائل اور بے بضاعتی کا پورا احساس ہے۔ ایسے میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کا آئیڈیا دینے

والوں نے مسٹر بھٹو سے فریب کیا تھا' وہ بالکل درست کہتے ہیں اور اس سے مسٹر بھٹو کے ان مشیروں کی پاکستان دوستی بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے"۔

کہوٹہ دشمن کارروائیوں کے سلسلہ میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

ایک دفعہ ایک نوجوان چرواہا ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ کر ستانے لگا۔ اس کی بھیڑیں ادھر ادھر چرنے لگیں۔ اس کا یہ معمول تھا کہ دن بھر جنگل سے لکڑیاں کاٹنے اور اپنی بھیڑ بکریاں چرانے کے بعد جب سورج غروب ہونے کے کچھ دیر پہلے گاؤں کا رخ کرتا تو راستے میں سڑک کے کنارے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتا۔ یہ سڑک کہوٹہ پراجیکٹ کی طرف جاتی ہے' جہاں بقول مغربی ذرائع ابلاغ کے عالمی شہرت یافتہ ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان "اسلامی بم" بنانے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ اس دن بھی نوجوان چرواہا حسب معمول ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ کر ستانے لگا۔ بے خیالی میں وہ اپنی کلہاڑی کو چمکانے اور تیز کرنے کے لیے پتھر پر رگڑنے لگا۔ وہ کلہاڑی کو پتھر پر رگڑنے سے پیدا ہونے والی آواز سے مانوس تھا لیکن اسے یہ دیکھ کر تعجب ہونے لگا کہ اس دن اس عمل سے پیدا ہونے والی آواز قدرے نامانوس سی تھی۔ یوں بھی چرواہوں کی چھٹی حس بہت تیز ہو جاتی ہے۔ شاید اسی لیے قدرت نے کئی ایک پیغمبروں کو پیغمبری عطا کرنے سے پہلے انہیں بھیڑ بکریاں چرانے کے عمل سے گزارا۔

اس نامانوس آواز سے ذہین چرواہے کے کان اس لیے بھی کھڑے ہوگئے تھے کہ اس کے باپ نے جو کہ گاؤں کی مسجد میں موذن ہے' لیکن کہوٹہ پراجیکٹ کے سیکورٹی حکام کے لیے خدمات انجام دیتا ہے' اپنے بیٹے کو کہہ رکھا تھا کہ بیٹا آنکھیں کھول کر چلا کرو۔ دشمن گھات لگائے بیٹھا ہے۔ وہ کہوٹہ کو تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب کلہاڑی کو اس بڑے سے پتھر پر رگڑنے سے کچھ نامانوس سی آواز پیدا ہوئی تو نوجوان چرواہے کے کانوں میں اپنے باپ کے یہ الفاظ گونجنے لگے۔ اس کا تجسس بڑھنے لگا۔ اس نے پتھر کو غور سے دیکھا اور پھر اسے اٹھانے کی کوشش کی تو اسے یہ محسوس کر کے مزید تعجب ہوا کہ پتھر اپنے سائز کے تناسب سے نسبتاً بہت زیادہ وزنی تھا۔ اس کا شک یقین میں تبدیل ہونے لگا اور اسے اس کی چھٹی حس نے کہہ دیا کہ یہ پتھر نہیں' کوئی اور چیز ہے۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ادھر ادھر پریشانی کے عالم میں دیکھتے ہوئے پتھر کو اٹھا لیا اور اپنی بھیڑوں کو اپنے مخصوص انداز میں آواز دیتے ہوئے گھر کی طرف چل پڑا۔

ادھر کہوٹہ پراجیکٹ کے ہمہ وقت مستعد سیکورٹی حکام نے اس موذن اور اسی طرح

پراجیکٹ کے آس پاس تمام دیہات میں مدد دینے والے دیگر سینکڑوں رضاکاروں کو کہہ رکھا تھا کہ جب کوئی غیرمانوس شخص یا چیز دیکھو تو فوراً اطلاع دو۔ یوں یہ مشکوک پتھر ان سیکورٹی حکام تک جا پہنچا اور پھر مختلف ہاتھوں سے ہوتے ہوتے ان ماہرین تک جا پہنچا' جنہوں نے اسے کھولنے کا فیصلہ کیا۔ جب اس پتھر کو کھولا گیا تو اس کے اندر سے ایک ٹرانسمیٹر کے علاوہ ایسے نازک اور حساس آلات برآمد ہوئے' جن کا فنکشن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی افزودہ یورینیم لے کر سڑک سے گزرے تو یہ حساس آلات یورینیم کی افزودگی کی نوعیت اور اس کی مقدار کا پتہ چلا لیتے ہیں' اسے ریکارڈ کر لیتے ہیں اور پھر ٹرانسمیٹر اسی وقت جمع شدہ معلومات کو اس ملک تک بھی پہنچا دیتا ہے' جس ملک نے اس "پتھر" کو وہاں رکھوایا تھا۔ دوئم اگر ایٹمی دھماکہ کیا جائے تو یہ تمام معلومات ریکارڈ کر کے بھی پہنچاتے ہیں۔ یہ حقائق مرحوم جنرل ضیاء الحق نے خود مجھے بتلائے تھے اور مسکرا کر کہا تھا کہ انہوں نے یہ باتیں امریکی سفیر ڈین ہٹن کو بھی بتلا دی تھیں اور کہا تھا کہ اگر اور پتھر رکھو گے تو وہ بھی ہم چند گھنٹوں میں اٹھا لیں گے۔ یہ سن کر اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

یہ ایک مثال ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غیر ممالک' کہوٹہ کی سرگرمیوں پر کس طرح نظر رکھے ہوئے ہیں اور وہ اپنے جدید جاسوسی کے آلات کی مدد سے کس طرح کہوٹہ کو اپنی عقابی نگاہوں کا مرکز بنائے ہوئے ہیں۔ میں اس طرح کے اور کئی ایک ایسے واقعات کا ذکر کر سکتا ہوں جو کہ میرے سینے میں دفن ہیں اور جن کی تعداد مسلسل بڑھتی جا رہی ہے' جن سے یہ واضح ہو گا کہ کہوٹہ اور اسی طرح ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کس طرح دشمن کی زد میں ہیں اور کس طرح کہوٹہ کے اردگرد تہہ در تہہ اور پرپیچ حفاظتی دیواروں کے باوجود' دشمن "اسلامی بم" کی حقیقت جاننے کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ لیکن ایسے واقعات' جن سے پردہ ہٹایا گیا تو حکومت پاکستان کی پوزیشن عوام کی نظروں میں مشکوک ہو جائے گی اور پاکستان کے بعض ممالک سے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں' شائع نہیں کیے جا رہے لیکن میں نے اپنے طور پر حکومت پاکستان کے پالیسی ساز حضرات سے ملاقات کر کے ان سے ان واقعات پر تبادلہ خیال کیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ وہ خواب غفلت سے جاگیں۔

جو ممالک پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف ہیں' بلکہ اس مسلسل کوشش میں مصروف ہیں کہ پاکستان اس ضمن میں کوئی نمایاں پیش رفت نہ کر سکے' ان میں روس' بھارت' اسرائیل اور امریکہ شامل ہیں۔ روس' بھارت اور اسرائیل کی پاکستان کے اندر

انٹیلی جنس سرگرمیاں محدود ہیں لیکن روس اور بھارت کے' پاکستان کے اندر بہرحال اپنے رابطے موجود ہیں اور وہ اپنے پاکستانی ایجنٹوں کی مدد سے ہر طرح کی مطلوبہ معلومات بڑی حد تک حاصل کر لینے کی پوزیشن میں ہیں جب کہ امریکہ کو پاکستان کا دوست حلیف بلکہ مربی ملک ہونے کی حیثیت سے اس ضمن میں ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہیں۔ چین بھی پاکستان کا دوست اور خیر خواہ ملک ہے اور اسے بھی پاکستان سے گہرے دوستانہ روابط کی بنا پر پاکستان کے ہر طرح کے معاملات بشمول کہوٹہ کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی سہولتیں حاصل ہیں لیکن چین کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ اس کے مفادات پاکستان کے مفادات سے زیادہ مختلف یا متضاد نہیں ہیں۔

امریکہ کو خاص طور پر یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ پاکستان میں اعلیٰ ترین سطح پر ہونے والے اجلاسوں کی کارروائی سے بھی مکمل طور پر باخبر ہو جاتا ہے بلکہ پاکستان کی اب تک کی تاریخ میں ایوان صدر یا وزیراعظم سیکرٹریٹ میں ہونے والے ہر طرح کے خفیہ اجلاسوں میں بھی امریکیوں سے زیادہ' کوئی نہ کوئی امریکہ نواز ضرور موجود ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اطلاق بڑی حد تک کہوٹہ کے ضمن میں ہونے والے اجلاسوں پر بھی ہوتا ہے۔ کہوٹہ کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے بھی ایک اعلیٰ سطح کا بورڈ ہے' جس کی تفصیل بتانا ملکی مفاد کے منافی ہوگا۔ جنرل کے عہدہ پر فائض ایک سینئر ملٹری آفیسر نے ۱۹۸۷ء کے اوائل میں مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق ان سے کہوٹہ کے بعض نازک اور اہم معاملات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو انہوں نے یعنی صدر پاکستان نے منیر احمد خاں کا نام لے کر کہا کہ "وہ حرامی سی آئی اے کا ایجنٹ ہے۔ ڈاکٹر قدیر سے کہہ دو کہ وہ اس کی موجودگی میں کوئی خاص بات نہ کیا کریں۔

معزز قارئین کو اس انتہائی افسوس ناک بلکہ شرمناک حقیقت سے باخبر کرنے کے لیے کہ اعلیٰ عہدوں پر متمکن بعض پاکستانی کس طرح غیر ممالک کے اشارے پر کہوٹہ بلکہ پاکستان کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہیں' میں صرف ایک اور واقعہ کا ذکر کروں گا اور اس واقعہ کے علاوہ مزید ایسے واقعات کا ذکر نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ ایسا کرنے میں کئی ایک قباحتیں ہیں لیکن میں نے ان سنسنی خیز واقعات کو تاریخ وار درج کر کے اس انتہائی اہم قومی دستاویز کی دو نقلیں پاکستان کے باہر دو مختلف شخصیات کے پاس بطور امانت درج کرا دی ہیں اور اس کی اشاعت کب اور کیسے ہو' کے متعلق ضروری ہدایات دے دی ہیں۔

یہ واقعہ نیاز اے نائیک سیکرٹری وزارت خارجہ نے مجھے ڈاکٹر عبدالقدیر کا ذاتی دوست سمجھتے ہوئے سنایا تھا۔ انہوں نے بتلایا کہ وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب علی خاں نے انہیں یہ واقعہ ان الفاظ میں سنایا:

"اپنے ایک امریکی دورے کے دوران سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں' میں بعض اعلیٰ امریکی افسران سے باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کر رہا تھا کہ دوران گفتگو امریکیوں نے حسب معمول پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا ذکر شروع کر دیا اور دھمکی دی کہ اگر پاکستان نے اس حوالے سے اپنی پیش رفت فوراً بند نہ کی تو امریکی انتظامیہ کے لیے پاکستان کی امداد جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ایک سینئر یہودی افسر نے کہا "نہ صرف یہ بلکہ پاکستان کو اس کے سنگین نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جب ان کی گرم سرد باتیں اور دھمکیاں سننے کے بعد میں نے کہا کہ آپ کا یہ تاثر غلط ہے کہ پاکستان ایٹمی توانائی کے حصول کے علاوہ کسی اور قسم کے ایٹمی پروگرام میں دلچسپی رکھتا ہے تو سی آئی اے کے ایک افسر نے جو اسی اجلاس میں موجود تھا' کہا کہ آپ ہمارے دعویٰ کو نہیں جھٹلا سکتے۔ ہمارے پاس آپ کے ایٹمی پروگرام کی تمام تر تفصیلات موجود ہیں بلکہ آپ کے اسلامی بم کا ماڈل بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ کہہ کر سی آئی اے کے افسر نے قدرے غصے بلکہ ناقابل برداشت بدتمیزی کے انداز میں کہا کہ آیئے میرے ساتھ بازو والے کمرے میں۔ میں آپ کو بتاؤں آپ کا اسلامی بم کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ اٹھا۔ دوسرے امریکی افسر بھی اٹھ بیٹھے۔ میں بھی اٹھ بیٹھا۔ ہم سب اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ سی آئی اے کا یہ افسر' ہمیں دوسرے کمرے میں کیوں لے کر جا رہا ہے اور وہاں جا کر یہ کیا کرنے والا ہے۔ اتنے میں ہم سب ایک ملحقہ کمرے میں داخل ہوگئے۔ سی آئی اے کا افسر تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔

ہم اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ کمرے کے آخر میں جا کر اس نے بڑے غصے کے عالم میں اپنے ہاتھ سے ایک پردہ کو سرکایا تو سامنے میز پر کھوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف ایک سٹینڈ پر فٹ بال نما کوئی گول سی چیز رکھی ہوئی تھی۔ سی آئی اے کے افسر نے کہا "یہ ہے آپ کا اسلامی بم۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔ کیا تم اب بھی اسلامی بم کی موجودگی سے انکار کرتے ہو؟" میں نے کہا میں فنی اور تیکنیکی امور سے نابلد ہوں۔ میں یہ بتانے یا پہچان کرنے سے قاصر ہوں کہ یہ فٹ بال قسم کا گولہ کیا چیز ہے اور یہ کس چیز کا ماڈل ہے۔ لیکن اگر آپ لوگ بضد ہیں کہ یہ اسلامی

بم ہے تو ہوگا' میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سی آئی اے کے افسر نے کہا کہ آپ لوگ تردید نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں۔ آج کی میٹنگ ختم کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر کی طرف نکل گیا اور ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئے۔ میرا سر چکرا رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

جب ہم کاریڈور سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تو میں نے غیر ارادی طور پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام ایک دوسرے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہو رہے تھے' جس میں بقول سی آئی اے کے' اس کے اسلامی بم کا ماڈل پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اچھا تو یہ بات ہے"۔